وحدتِ فکر و عمل..........وقت کا اہم تقاضا

عدو اللہ والرسول فرنگی سامراج نے ملکی سیاست کو پشتینی دے کر ہمت کوش دین شعار عناصر کو ان کی تاریخ سعی و جہاد میں چوتھی شکست دی ہے اور ہمیں اس کا اعتراف ہے۔ لیکن کیا اس ہزیمت کا مہیب سایہ ہمارے عزائم پر یونہی محیط رہے گا۔ کیا معاشرہ قومی کے صحت مند اور توانا اجزاء اعتقادی وحدت اور فکری اکائی میں تبدیل ہونے کے بجائے اس تشتت و افتراق کا ہمیشہ شکار بنے رہیں گے۔ جو روحِ اتحاد کو گھن کی طرح کھائے جا رہا ہے۔ کیا ہماری متفرق ٹولیاں ایک ربط و ضبط کے ماتحت منظم اجتماع کی صورت اختیار کرنے کو آمادہ نہیں ہیں۔ تاکہ ان کا مشترک دینی ورثہ اور قومی اثاثہ قزاقانِ دجل و الحاد کی دستبرد سے محفوظ رہ سکے؟ اس وقت تک کسی بھی نمایاں گوشے نے غیر معمولی التفات کی زحمت برداشت نہیں کی۔ اور نہ ہی اس محشر ستان میں ان کے احساسات تک کسی تاثر کی رسائی ہو سکی ہے۔ ان کی مداہنت آمیز بے نیازی، ان کی نخوت آگیں خود اعتمادی، ان کی مغرورانہ انفرادیت۔ ایسے نتائج و عواقب کا پیش خیمہ ثابت ہوگی جن کی بے رحمی و ہولناکی پر ایک کائنات صدہا برس تک نوحہ زار و ماتم کدہ بنی رہے گی۔ کیا بنو امیہ و بنو عباس، فاطمیہ دور، اور ترک و مغول کی بربادی ان کی آنکھوں سے اوجھل ہو چکی ہے؟ کیا ۱۲۴۶ھ کے صد کربلا بدامن معرکہ بالاکوٹ کی مجروح و غمناک یاد ان کے نہاں خانۂ قلب سے محو ہو چکی ہے؟ کیا انقلاب ۱۸۵۷ء کی کربناک و خونیں داستان کے سلگتے ہوئے نقش و نگار ان کے صفحۂ دماغ پر برف کی طرح منجمد ہو گئے ہیں؟ کیا تحریک خلافت و ہجرت کی تحیر آمیز روداد کے فغاں بلب ابواب ان کے ایوانِ تفکر و احساس میں صدا بہ صحرا ہو کے رہ گئے ہیں؟ کیا مقتلِ ۱۹۴۷ء کے لہولہان مناظر جن کی شادابی و رنگینی میں پھولوں کی طرح مہکتے ہوئے ان کے لاکھوں ارمانوں کا خون نہایت سنگ دلی سے استعمال کیا گیا ہے۔ ان کے نذرانۂ خلوص و ایثار میں طلسمِ خیال بن گئے ہیں؟ کیا ان کے دماغ اب ان نوساختہ کھنڈروں سے مانوس ہو گئے ہیں جن سے انسانیت کے زخموں کی سڑاند آ رہی ہے؟ کیا وہ موت سراب کو جوئے حیات یقین کرنے کے لیے آمادہ ہو گئے ہیں؟ کیا وہ استعمار طاغوت کی رقاصاں کٹھ پتلیوں کو سروانِ خلافتِ الٰہیہ کے تحرک کا قافلہ سالار باور کر چکے ہیں۔ آخر یہ جمود و تعطل، یہ اختلاف و انتشار، یہ افسردگی و پژمردگی کی انتہا کب ہوگی۔ کیا ان کے لیے اعتصام بحبل اللہ کا وقت نہیں آن پہنچا۔ کیا ان کے افراد کے لیے تشکیل سوادِ اعظم کا امر معروف آشکارا نہیں ہوا۔ آخر وہ کس مصلحانہ ندا اور مجددانہ پکار کے لیے گوش بر آواز ہیں۔ اور کس نئی فریب کاری پر بھینٹ چڑھنے کے لیے انہوں نے ضمیر کشی سے روح کو پال رکھا ہے؟ ہمیں اس موت آفرین سکوتِ مداہنت کے خلاف اعلانِ جہاد کرنا ہے اور تسلط جور کو دعوتِ مبارزت دے کر حق و باطل کی فیصلہ کن لڑائی لڑنا ہے۔ ہماری یہ کرخت اور ناگوار تنبیہ رحیل کاروں کی جرس ہے اور خفتہ بخت رہبان و احبار نما اہلِ منصب کے لیے اتمامِ حجت۔ فیا اسفا علی ما فرطوا فی جنب اللہ وانہم کانوا لمن الساخرین

جانشینِ امیر شریعت حضرت مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری رحمہ اللہ

اقتباس اداریہ ماہنامہ مستقبل ملتان

(شمارہ-۵ محرم ۱۳۶۸ھ نومبر ۱۹۴۹ء)